حضرت مولانا حافظ محمدؒ صاحب گوندلوی

دوام حدیث

حُجّیّتِ حدیث

چند شبہات کا ازالہ

اب ہم شاہ ولی اللہؒ کی وہ عبارتیں نقل کرتے ہیں جن سے ایک منکرِ حدیث ان کو اپنی صف میں لانے کی ناجائز کوشش کرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے زمانہ میں دین کے سمجھانے میں بہت کوشش کی۔ قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اس پر کچھ حواشی لکھے، اور اصولِ تفسیر میں ایک کتاب لکھی جس کو فوز الکبیر کہتے ہیں، احکام کی حکمتوں میں حجۃ اللہ البالغہ اور بازغہ لکھی۔ علم حقائق میں خیر کثیر۔ سطعات، ولمعات وہوامع ولوامح وغیرہ کتابیں لکھیں۔ القول الجمیل تصوف میں لکھی۔ شریعت اور طریقت میں تطبیق دی اور ان سے دقیق مسائل حل کئے گئے مگر یہ بات ایک انوکھی ہے کہ آپ نے حدیث کو بھی وقتی تسلیم کیا۔ جو لوگ آپ کی کتابوں سے آشنا ہیں وہ ضرور ہماری تصدیق کریں گے ان کتابوں کے چند حوالے ہم ناواقف لوگوں کے لیے بھی لکھ چکے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی کتابیں بہت ہیں ان سے اکثر کے اردو تراجم بھی ہو چکے ہیں اگر کوئی شخص از روئے تحقیق ان کا مسلک معلوم کرنا چاہے تو ان سے استفادہ کر سکتا ہے مگر آج کل مقام حدیث میں مولوی عبید اللہ سندھی کے ایک مضمون سے (جس میں آپ نے شاہ ولی اللہ کا تعارف کرایا ہے اور بجائے نقل کے کچھ اپنی باتیں بھی داخل کر دی ہیں) کچھ ایسی عبارت نقل کی ہیں جو حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب کے مسلک صحیح ترجمانی نہیں کرتیں

اس لیے ہم پہلے وہ عبارت نقل کریں گے جو مقامِ حدیث میں نقل کی گئی ہیں پھر اس کی غلطی کا پتہ دیں گے۔ مقامِ حدیث میں اگرچہ شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق سندھی صاحب کی بہت سی عبارات نقل کی گئی ہیں مگر وہ ہماری بحث سے غیر متعلق ہیں اس لیے صرف وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ حدیث کو مستنبط اور وقتی مانتے ہیں۔ چنانچہ نقل کرتے ہیں۔

"عام اہل علم قرآن شریف کے ساتھ سنت اور اجماع کو ادلہ شرعیہ (یعنی دینی حجت۔ طلوع اسلام) میں شمار کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب سنت کو قرآن سے مستنبط چیز مانتے ہیں لیکن اس استنباط کا طریقہ وہ نہیں ہے جو ائمہ فقہاء میں مروج ہے بلکہ حکمت کے اصول پر استنباط کرنے کے طریقے اور ان کے اصول شاہ صاحب کے یہاں علیحدہ مقرر ہیں۔ "خیر کثیر" میں اس مسئلہ کی انہوں نے تفصیل لکھ دی ہے۔ اس طرح اگر سنت کو مانا جائے تو قرآن کے استقلال پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد سے خلافت راشدہ کے آخری وقت تک یعنی شہادتِ حضرت عثمانؓ ۳۵ھ تک شاہ صاحب کی تحقیق میں مسلمانوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ اس دور کو وہ دورِ اجماع کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل "ازالۃ الخفاء" میں مذکور ہے۔ شہادتِ حضرت عثمانؓ کے بعد اختلاف شروع ہوا۔ اب اجماع وہی مستند ہوگا جو مذکورہ دورِ اول کے تتبع میں منعقد ہوا۔ شاہ صاحب نے اس دور کو خیر القرون قرار دیا ہے اور اس کی تفصیل "ازالۃ الخفاء" میں موجود ہے۔ اسے ساری دنیا جانتی ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کا مستند سوائے قرآن عظیم کے کوئی لکھی چیز نہ تھی۔ اس پر یہ جماعت اپنے پارٹی پالیٹکس کے نظام کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرتی تھی۔ اس پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن حکیم کی ذیل کی آیت میں۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ رسول اللہ کی صحبت اور تعلیم سے جو

؎ یعنی قرآنی حکومت کا قیام ہوا اور اس میں مسلمانوں کی مرکزی جماعت جزئی قوانین مرتب کرے۔ (طلوع اسلام)

حالانکہ اس آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ قرآن ایک وحی ہے جو حضور پر نازل کی گئی ہے۔ حضور اسے اپنی طرف سے وضع کر کے (معاذ اللہ) پیش نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے بعد جناب سندھی کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ لکھتے ہیں :۔

"علماء اصول فقہ لکھتے ہیں کہ اصول دین چار ہیں۔ کتاب و سنت و اجماع و قیاس۔ درحقیقت یہ تعبیر صحیح نہیں۔ کیونکہ قیاس تو وہی معتبر ہے جو اصول ثلاثہ سے مستنبط ہو۔ باقی رہے تین اصول۔ سو ہمیں بڑی محنت کے بعد معلوم ہوا کہ ساری سنت قرآن سے مستنبط ہے۔ خیر کثیر ص۸۵ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (یعنی قرآن سے باہر سنت کہیں نہیں ہے۔ طلوع اسلام) پھر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفائے ثلاثہ کے متفقہ فیصلہ کے بغیر کوئی عمل مستند نہیں (یعنے اس دور میں اجماع انہی کے متفقہ فیصلوں کا نام تھا۔ طلوع اسلام) کیونکہ حضرت علی کے عہد میں خیر الامم سے مشورہ کا جوہر کھو دیا گیا تھا لہذا اجماع کا مدار بھی کتاب و سنت پر ہوا۔ بناء علیہ اصل ہے فقط کتاب اللہ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہمارا رسول دین کے معاملہ میں کوئی ہوٰی کی بات نہیں کہتا ذاتی خواہش کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ اور دین قرآن میں منحصر ہے۔ اور قرآن ہی دین کا اصول اساسی ہے۔ یہاں ینطق سے مطلق نطق (یعنی رسول اللہ کی ہر بات طلوع اسلام) مراد رکھ کر وحی متلو اور غیر متلو کو ملا دیا گیا ہے۔ ہمارے یہاں یہ پسند نہیں بلکہ مطلق منطق بالقرآن (یعنی قرآن کی بات۔ طلوع اسلام) مراد ہے"

اوپر کی عبارت چونکہ زیادہ واضح نہیں اس لیے اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ جناب سندھی کے نزدیک (یعنی شاہ صاحب کی تعلیم کے مطابق قرون اولی کے مسلمانوں کے فیصلے (سنت) ناقابل تغیر ہیں اور انہیں اسی شکل میں قائم رکھنا۔ اسی طرح ان کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ ذیل کی تشریح میں جناب سندھی نے اپنے مفہوم کو اور بھی واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"واضح رہے جب اساسی قانون پر عمل درآمد شروع ہوتا ہے تو مخاطبین

جماعت قرآن پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوئی اس کا وہ مرکزی حصہ جس کا ہر قول و فعل خدا تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے وہ مہاجرین اور انصار کا پہلا طبقہ تھا۔ اس کی اتباع قرآن پر عمل کرنے کے لیے قیامت تک مسلمانوں کے لیے ضروری ہے (یعنی قرآن کے اصولوں میں نہ کہ فرعی قوانین میں جس کے متعلق خود جناب سندھی نے اگلی سطروں میں فرمایا ہے کہ وہ ہر زمانے میں قابل تغیر ہو سکتے ہیں۔ طلوع اسلام) زمانے کے تغیرات سے جو نئی چیز قابل بحث پیش آئے وہاں اس جماعت متبعین بالاحسان کا فیصلہ ماننا ضروری ہوگا (یعنی ہر دور میں حکومت الٰہیہ قائم کرنے والی جماعت کی سنٹرل کمیٹی۔ طلوع اسلام) یہ اس دور کے مابعد کے اجماع کا محصل ہے۔ اس طرح اجماع قرآن کی حکومت قائم کرنے والی جماعت کے متفقہ فیصلے یا اغلبیت کے فیصلوں کا نام ہوگا۔ لہذا اجماع قرآن سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ اجماعیات قرآنی اصول کے تشریحی ہوں گے۔ اس سے کوئی ترقی کن جماعت جو زمانہ کے طویل عرصہ میں کام کرے خالی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح اجماع بھی قرآن کے مقابل ایک مستقل اصل نہ بنا بلکہ قرآن کی حکومت قائم کرنے والی جماعت کے اتفاق کا نام ہوا۔ اس طور سے مسلمانوں میں قرآن کے مستقل درجہ کا تعارف کرانے والی شخصیت امام ولی اللہ دہلوی ہیں۔"

اس چیز کو جناب سندھی نے حاشیہ میں اور بھی واضح فرمایا ہے۔ اقتباس سے پیشتر عام قارئین کے سمجھنے کے لیے ایک بات تمہیداً لکھ دینا ضروری ہے۔ متشدد فی الحدیث طبقہ کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے وہ وحی (یعنی خدا کی طرف سے نازل شدہ) ہے۔ اس کا ایک حصہ قرآن ہے اور دوسرا احادیث۔ اس کی سند میں وہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں کہ:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى (پ۲۷۔ سورۃ النجم)

یعنی یہ رسول اپنی ذاتی خواہش سے کچھ نہیں کہتا بلکہ یہ تو وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔

کے حالات کے مطابق چند تمہیدی قوانین بنائے جاتے ہیں۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ قانونِ اساسی غیر متبدل ہوتا ہے اور تمہیدی قوانین ضرورت کے مطابق بدل سکتے ہیں۔ ہم سنت ان تمہیدی قوانین کو کہتے ہیں جو رسول اللہ (صلعم) اور آپ کے بعد خلفاءِ ثلاثہ نے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کئے مشورے سے تجویز کیے۔ خلافتِ عثمانیہ کے بعد یہ نظام ٹوٹ گیا کہ تمام امور مشورے سے طے کیے جائیں۔ سنت کو ہمارے فقہاء حنفیہ رسول اللہ (صلعم) اور خلفاء راشدین میں مشترک مانتے ہیں اور یہی ہماری رائے ہے اور یہ سنت قرآن ہی سے پیدا ہوگی۔ آج کل اصطلاح میں اس کو بائیلاز کہا جاتا ہے .... اصل قانونِ اساسی متعین ہے۔ بائیلاز اس وقت اور تھے، اس وقت اور ہوں گے جن میں زمانہ کے اقتضاءات کے مطابق فرعی تبدیلیاں ہوں گی۔ نئی نئی پیش آمدہ صورتوں کے متعلق تفصیلی احکام کا استخراج ہوگا اور اس کا نام فقہ ہے۔" (ص ۷۹)

اس موضوع پر ہم آئندہ شمارہ میں بحث کریں گے اور مذکورہ بالا باتوں کا جواب ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

ضروری اطلاع

جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے ان کے نام وی۔ پی کر دیے گئے ہیں اس لیے ان سے گزارش ہے کہ براہِ کرم وی۔ پی کو وصول فرمائیں۔ نیز خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

(مینیجر ترجمان الحدیث)